اب شاہ جی نے پوچھا، کیوں بھائی ہن سمجھ آئی؟ کہنے لگے
"شاہ جی ڈاڈھی سمجھ آئی۔ تو بھی گجراتیو، تم بھی غالباً وہاں پہنچے ہوئے تھے"۔ (قہقہے)

پھر آغا نے بلند آہنگ ہو کر مجھ سے کہا "حافظ صاحب نے ان کی غیرت کا ذکر کیا ہے۔ یاد رکھو غیرت اگر جاگ اٹھے تو کچے گھڑے میں جاگ اٹھتی ہے کہ میں کسی کی بیٹی کو پار نہیں جانے دوں گا، یہیں ڈبو دوں گا، نہ جاگے تو انسان میں نہیں جاگتی صبا کی طرح جھومتی چلی جاتی ہے"۔

علامہ احسان الٰہی کی تقریر کے دوران کسی من چلے نے دانستہ طور پر نعرۂ رسالت گونجا دیا تھا۔ آغا کہنے لگے: ——

"نعرہ لگانے والے کا خیال تھا کہ یہ نعرہ حافظ احسان الٰہی ظہیر کو شاید گولی بن کر لگے گا۔ بھئی وہابی تو میں بھی ہوں، مگر میں ذرا گلابی ہوں۔ میرے پاس وقت ہوتا تو میں صرف سیرۃ النبیؐ کے موضوع پر آپ سے مخاطب ہوتا۔ پچھلے دنوں میں عمرہ کرنے حجاز گیا۔ طواف کعبہ سے فارغ ہوا تو کسی نے پوچھا: "مدینے بھی جاؤ گے"؟ میں نے کہا، کیوں نہیں۔ میں نے اُن کی وجہ سے تو اس گھر کو پہچانا ہے، ورنہ میرا اس گھر کے ساتھ تعلق کیا ہے؟ یہاں جبینیں جھکتی ہیں، تو وہاں دل جھکتے ہیں۔ یہاں فرض سجدہ کرتا ہے، تو وہاں عشق سجدہ کرتا ہے۔ میں نے طواف کرتے ہوئے اقبال کے اس شعر کو بار بار دہرایا اور اس کے معانی سمجھے ؎

زمانہ کہنہ بتاں را ہزار بار آراست
من از حرم نگذشتم کہ پختہ بنیاد است

میں حجر اسود کو بوسہ دینے لگا تو یوں لگا جیسے حضورؐ ابھی بوسہ دے کر ہٹے ہوں ؎

ابھی اِس راہ سے کوئی گیا ہے
کہے دیتی ہے شوخی نقشِ پا کی

"یاد رکھو بات گالی سے نہیں ہوتی، دلیل سے ہوتی ہے۔ اگر میری کوئی بات معقول نظر آئے، مناسب نظر آئے اور امر واقعہ کے مطابق نظر آئے، اُسے تو آویزۂ گوش بنا لیجیے، ورنہ اس طرح پھینک دیجیے جیسے رات کی تاریک تنہائی میں بیوہ کا آنسو مٹی میں جا کر جذب ہو جاتا ہے"۔

ان دنوں ملکی سیاست میں اسلام اور سوشلزم کے درمیان آویزش عروج پر تھی۔ آغا صاحب اسلام پسند حلقے کی بعض تعبیرات سے اتفاق نہیں رکھتے تھے۔ مثلاً ملکیت زمین کے مسئلے پر اس دور میں جو آراء پیش کی جا رہی تھیں، آغا مرحوم اُن سے مطمئن نہ تھے۔ اس کے باوجود وہ سوشلزم کے فلسفے اور سیاست کو نئی مسلمان نسلوں کے لیے خطرہ سمجھتے تھے۔ انہوں نے نعرۂ رسالت لگانے والے نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا:

"او یا رسول اللہ کا نعرہ لگانے والے میرے بھائی، یہ تصوف کے سارے سلسلے چشتی، سہروردی، نقشبندی اور قادری جانتے ہو کہاں سے آئے، یہ سب سمرقند سے آئے، بخارا سے آئے، تاشقند سے آئے، جس تاشقند کا راز ہے کہ پاکستان کا ایک لیڈر اس طرح پھرتا ہے، جیسے شاعرانہ غلطی آغوش میں بچہ لیے پھرتی ہے۔ کراچی میں کہتا ہے لاہور میں بتاؤں گا، لاہور میں کہتا ہے، راولپنڈی میں بتاؤں گا۔ پنڈی میں جا کر کہتا ہے مجھے ایک کرنل نے راز فاش کرنے سے منع کر دیا ہے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں، کوئی کرنل نہیں، سب جھوٹ ہے۔ کوئی اس لیڈر سے یہ نہیں پوچھتا ؎

جو تمہاری طرح کوئی تم سے جھوٹے وعدے کرتا
تمہی منصفی سے کہہ دو تمہیں اعتبار ہوتا؟

میں عرض کر رہا تھا کہ ان بستیوں میں جب سوشلزم آیا تو کیا میں پوچھ سکتا ہوں کمیونسٹوں سے کہ پھر وہاں کوئی بخاری اُٹھا، کوئی قدوری کا درس دینے والا اُٹھا؟ اب تو وہاں عالی شان مسجدیں کھنڈر ہو چکی اور اپنی بربادی کا نوحہ پڑھ رہی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان میں سوشلزم کے نعرے کو جدید سرمایہ داری نظام نے جنم دیا ہے۔ اس کے سوا کوئی اور وجہ نہیں ——

کراچی یونیورسٹی میں ایک پروفیسر صاحب نے مجھ سے سوال کیا، آغا صاحب یہ تو بتائیے کہ ہماری نئی نسلیں ماضی سے بے خبر، حال سے برگشتہ اور مستقبل سے مایوس کیوں ہو گئی ہیں؟ تو میں نے جواب دیا تھا کہ پاکستان میں دولت کی غیر منصفانہ تقسیم نے یہ صورت حال پیدا کی ہے"۔ اُن دنوں سوشلزم کے خلاف سب سے بڑی قوت جماعت اسلامی تھی۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم کو منبر و محراب سے بھی مخالفت کا سامنا تھا اور باہر سوشلسٹ عناصر ان پر امریکی ایجنٹ ہونے کا الزام لگا رہے تھے۔ آغا صاحب نے مولانا سے اپنی عقیدت و ارادت کا ان الفاظ میں اظہار کیا:

"میں جماعت اسلامی کا متفق نہ رکن، لیکن میں مولانا مودودی کی تحریروں سے بے اندازہ متاثر ہوں۔ قدرت نے ان کی تحریروں میں ایسی تازگی دی ہے، جیسے ماں کی گود کے معصوم بچے کے چہرے پر مسکراہٹ ہوتی ہے۔ کہکشاں میں اتنے رنگ نہیں جتنے رنگ مولانا مودودی کی انشا میں پائے جاتے ہیں۔ آبشاریں

بقیہ ص ۳۶ پر دیکھیں ——

مولانا محمد عبد الحق چوہان

جادۂ اعتدال

قسط دوم

مجوسی نے جو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا غلام تھا شہید کر ڈالا۔ تو انہوں نے جوشِ انتقام سے بے تاب ہو کر قاتل کی کمسن لڑکی اور ہرمزان کو جو ایک نومسلم ایرانی تھا اور جفینہ کو جو ایک نصرانی ذمی تھا قتل کر دیا۔ کیونکہ ان دونوں کے بارے میں ان کا یہ خیال تھا کہ یہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورۂ قتل میں شریک تھے۔

اس مقام پر نعمانی صاحب اپنی ثُعبانی صفت کے ساتھ پوری طرح جلوہ گر ہیں کیونکہ حضرت عُبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اگرچہ روایت کے اعتبار سے صحابی نہیں لیکن رؤیت کے لحاظ سے تو صحابی ہیں کیونکہ ان کی ولادت ۶ھ سے قبل ہے اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی والدہ "ملیکہ" کو ۶ھ میں طلاق دے دی تھی۔ تو پھر یہ بات بالکل ہی بدیہی ہے کہ ان کی ولادت اس سال سے پہلے ہو چکی ہوگی۔ لیکن نعمانی صاحب ان کے نام کے ساتھ نہ تو "حضرت" کا لفظ تحریر کرتے ہیں اور نہ ہی "رضی اللہ عنہ" کا دعائیہ کلمہ تحریر کرتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ حضرت عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر اس طرح کے غصّہ کا اظہار حُبِّ ہرمزان کا نتیجہ ہے یا کہ بغضِ معاویہ کا کیونکہ حادثۂ صفین میں یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔

عبید اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنهما ولد علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ولا احفظه روایته عنه ولا سماعاً منه وکان من انجاد قریش و فرسانهم قتل عبید اللہ بن عمر بصفین مع معاویة۔
(الاستیعاب صا۴۳۱ ج ۳)

عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی روایت اور نہ ہی آپ سے اس کا سماع ہمیں معلوم ہے۔ یہ شخص قریش کے شرفاء اور شہسواروں میں سے تھا۔ موقع صفین پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور اسی جنگ میں اس کی شہادت ہوئی۔

نعمانی صاحب حضرت عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے جذبۂ انتقام کے محرک کو بیان نہیں کرتے صرف یہ ارشاد فرماتے ہیں :۔

کیونکہ ان دونوں کے بارے میں ان کا یہ خیال تھا کہ یہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورۂ قتل میں شریک تھے ۔

حالانکہ اصل محرک یہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت سے قبل حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے دیکھا کہ ہرمزان ۔ ابولؤلو ۔ اور حیرہ کا ایک نصرانی جس کا نام جفینہ تھا ۔ ایک جگہ اکٹھے بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے ہیں ۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ جونہی ان کے قریب گئے تو ابولؤلو وہاں سے اٹھا اٹھتے ہی اس کے ہاتھ سے ایک خنجر گر پڑا ۔ جس کو اس نے اٹھالیا ۔ حضرت عبدالرحمٰن نے یہ خنجر دیکھ لیا ۔ ان سے پوچھا کہ اس خنجر سے تم کیا کام کرو گے ؟ انہوں نے کہا ہم اس سے گوشت کاٹیں گے ۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر ابولؤلو مجوسی نے حملہ کیا اور اس سے جو خنجر برآمد ہوا تو یہ وہی خنجر تھا جو حضرت عبدالرحمٰن نے ہرمزان ، ابولؤلو ۔ اور جفینہ کے پاس دیکھا تھا ۔ حضرت عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو جب اس واقعہ کا علم ہوا اور پھر انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جواباً کہا کہ واقعی میں نے یہ خنجر ان کے پاس دیکھا تھا ۔ اس پر انہوں نے ہرمزان اور جفینہ پر حملہ کر دیا ۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی مشہور کتاب " الإصابة " میں تحریر فرماتے ہیں :۔

وسبب ذالك ما اخرجه ابن سعد من طريق يعلى بن حكيم عن نافع قال رأى عبد الرحمٰن بن ابى بكر الصديق السكين التى قتل بها عمر ۔ فقال رأيت هذه امس مع الهرمزان وجفينه فقلت ما تصنعان بهذه السكين فقالا نقطع اللحم فانا لا نمس اللحم ۔ فقال له عبيد الله بن عمر انت رائيته معهما ۔ قال نعم ۔ فاخذ سيفه ۔ ثم اتاهما

اس کا سبب وہ ہے جس کو ابن سعد نے یعلیٰ بن حکیم کی سند سے نقل کیا ہے ۔ وہ یہ کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیق نے جب وہ خنجر دیکھا جس کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تھا تو انہوں نے کہا یہ خنجر تو میں نے کل ہرمزان اور جفینہ کے پاس دیکھا تھا ۔ اور میں نے ان سے پوچھا تم اس خنجر سے کیا کام کرو گے تو انہوں نے کہا ہم اس سے گوشت کاٹیں گے کیونکہ ہم گوشت کو ہاتھ نہیں لگاتے ۔ پھر حضرت عبیداللہ بن عمر نے ان سے پوچھا کہ واقعی آپ نے یہی خنجر ان کے پاس دیکھا تھا انہوں نے کہا ہاں اس پر

فقتلهما واحد بعد واحد فارسل اليه عثمان فقال ما حملك علیٰ قتل هٰذین الرجلین فذکر القصة (الاصابه صفحہ ۵ ج ۳)

عبید اللہ اپنی تلوار لے کر ان کے پاس آ گئے، اور یکے بعد دیگرے دونوں کو قتل کر دیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس پیغام بھیجا کہ تو نے ان دونوں کو کیوں قتل کیا ہے اس پر انہوں نے اصل واقعہ بیان کیا۔

حضرت عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس اقدام کے بعد صحابہ کے درمیان اس امر پر اختلاف رونما ہوا کہ ہرمزان کے قصاص میں عبید اللہ کو قتل کیا جائے یا کہ نہ۔ بعض حضرات کی یہ رائے تھی کہ حضرت عبید اللہ کو قصاصاً قتل کیا جائے کیونکہ ہرمزان "معصوم الدم" تھا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے بھی یہی تھی اور بعض حضرات کی یہ رائے تھی کہ عبید اللہ کو قصاصاً قتل نہ کیا جائے کیونکہ ہرمزان اور جفینہ حضرت عمر کے قتل کی سازش میں ابولؤلؤ مجوسی کے ساتھ برابر کے شریک ہیں اس لئے وہ معصوم الدم ہی نہیں رہے۔ مرتبِ رسالہ اور ناقد رسالہ نے صحابہ کے اس اختلاف کو جس صورت میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے وہ ان کی کوتاہ بینی اور کج فہمی پر برہان بیّن ہے۔ مرتب رسالہ کی رائے یہ ہے کہ:

> حضرت عثمان جب خلیفہ منتخب ہو گئے تو بجائے اس کہ مسلمانوں کے عظیم سربراہ اور محمد رسول اللہ کے خاص صحابی حضرت عمر کے قتل کی باقاعدہ تحقیق کر کے اس سازش میں ملوث تمام دوسرے افراد کے خلاف عمل کارروائی کا مطالبہ کیا جاتا بنو ہاشم اور حضرت علی کی طرف سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ عبید اللہ بن عمر کو ہرمزان کے بدلہ میں قتل کر دیا جائے۔

مرتب رسالہ اس عبارت کے ذریعہ یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قتل کی سازش میں شریک تھے اور قصاص کا مطالبہ انہوں نے اس بنا پر کیا تھا تاکہ مسلمانوں کی توجہ تحقیق سازش کی بجائے دوسری طرف منعطف ہو جائے۔ اور ناقدِ رسالہ اس جملہ پر تنقیدی بیان میں یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش میں ہے کہ قصاص کے مطالبہ پر صحابہ کا اتفاق تھا چنانچہ وہ تحریر کرتے ہیں کہ:

> پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سریر آرائے خلافت ہوئے تو آپ نے ان کے بارے میں صحابہ سے مشورہ طلب کیا خود حضرت عثمان اور عام مہاجرین کی رائے یہی تھی کہ ان کو قصاص میں قتل کر دیا جائے۔ بنو ہاشم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس بارے میں کچھ تخصیص نہیں

نعمانی صاحب نے اپنی رائے کی تائید میں طبقات ابن سعد کی یہ عبارت پیش کی ہے:

فلمّا استخلف عثمان دعا المهاجرين والانصار فقال اشيروا عليّ فی قتل هٰذا الرّجل الّذی فتق فی الدّين ما فتق فاتفق المهاجرون علیٰ کلمةٍ واحدةٍ يشايعون عثمان علیٰ قتله۔ (ص ۳۵٦، ج ۳)

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے مہاجرین و انصار کو طلب کر کے فرمایا کہ مجھے اس شخص کے بارے میں جس نے دین میں یہ رخنہ برپا کر دیا ہے۔ مشورہ دیجئے تو سب مہاجرین یک زبان ہو کر عبید اللہ کے قتل کرنے کے سلسلہ میں حضرت عثمانؓ کی تائید کرنے لگے۔

نعمانی صاحب نے یہاں ایک علمی خیانت کا ارتکاب کیا ہے کیونکہ انہوں نے ابن سعد کی ناقص عبارت نقل کر کے اپنی رائے کو موثق کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس عبارت کے آگے یہ عبارت ہے :-

وجل النّاس الاعظم مع عبيدالله يقولون لجفينة والهرمزان ابعدهما الله لعلّكم تريدون ان تتبعوا عمر ابنه فكثر فی ذالك اللغط والاختلاف ثم قال عمرو بن العاص ـ لعثمان يا اميرالمؤمنين ان هٰذا الامر قد كان قبل ان يكون لك علی النّاس سلطان فاعرض عنهم (طبقات ابن سعد ص ۳۵٦ ج ۳)

ایک بڑی جماعت لوگوں کی حضرت عبید اللہ کی تائید میں تھی اور انہوں نے کہا کہ ہرمزان اور جفینہ خدا ان کو غارت کرے۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ حضرت عمر کے بعد اس کے لخت جگر کو بھی قتل کیا جائے اس معاملہ میں زیادہ اختلاف ہو گیا اس کے بعد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا امیر المومنین یہ معاملہ آپ کے سریر آرائے خلافت ہونے سے پہلے کا ہے آپ ان کی طرف توجہ ہی نہ دیں۔

اور "الإصابة" میں ہے :-

فلمّا استخلف عثمان قال اشيروا عليّ فيما فعل الرّجل فاختلفوا فقال عمرو بن العاص

جس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سریر آرائے خلافت ہوئے تو انہوں نے صحابہ سے مشورہ طلب کیا اور کہا کہ مجھے مشورہ دیجئے جس نے

ان الله عفاك ان يكون هذا الامر ولك على الناس سلطان فترك وودى الرجلين والجارية۔

(ص ۶ ج ۳)

یہ کام کیا ہے اس کے فیصلہ اور مشورہ میں صحابہ نے اختلاف کیا۔ اس پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خدا نے آپ کو اس سے بچا لیا ہے کیونکہ یہ معاملہ آپ کے دورِ خلافت سے پہلے کا ہے اس لئے حضرت عثمان نے ان کو چھوڑ دیا اور دو مردوں اور ایک لڑکی کی دیت ادا کر دی۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ البدایہ میں تحریر کرتے ہیں :-

فلما ولّى عثمان وجلس للناس كان اوّل ما تحوكم اليه فى شان عبيد الله۔ فقال على ما من العدل تركه۔ و امر بقتله۔ وقال بعض المهاجرين أ يقتل ابوبالامس ويقتل هواليوم فقال عمرو بن العاص يا امير المؤمنين قد برأك الله من ذالك قضية لم تكن فى ايامك فدعها عنك فودى عثمان رضى الله عنه اولئك القتلى من ماله لان امرهم اليه اذلا وارث لهم الا بيت المال والامام يرى الاصلح فى ذالك وخلّى سبيل عبيد الله۔

جس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے اور لوگوں کے فیصلہ کے لئے بیٹھے تو سب سے پہلا فیصلہ ان کی خدمت میں عبید اللہ کے متعلق پیش کیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عبید اللہ کو یونہی چھوڑ دینا انصاف نہیں اور انہوں نے عبید اللہ کے قتل کرنے کے متعلق حکم دیا۔ اور بعض مہاجرین نے کہا کل اس کا باپ قتل کیا گیا ہے آج اس کو قتل کر دیں یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر المومنین خدا نے آپ کو اس معاملہ سے بچا لیا ہے اس لئے کہ یہ معاملہ آپ کے دورِ خلافت سے پہلے کا ہے آپ اس کو چھوڑ دیں۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے مال سے مقتولین کی دیت ادا کر دی کیونکہ ان کا معاملہ حضرت عثمان ہی کے سپرد تھا کیونکہ ان کا

(البدایہ ص۱۴۸ ج ۷)

وارث بیت المال کے علاوہ دوسرا کوئی نہیں تھا اور امام اس طرح کے معاملات میں خود مختار ہے وہ جس طرح مصلحت دیکھے اسی طرح کر سکتا ہے اور انہوں نے حضرت عبید اللہ کو چھوڑ دیا۔

اور حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ کا جو تجزیہ کیا ہے وہ آب زر سے تحریر کرنے کا مستحق ہے اس لئے فائدہ کی تمامیت کی غرض سے ہم اس کو بطور ہدیہ کے قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں :

وقد قال عبد الله بن عباس لمّا قتل عمر وقال له عمر كنت انت وابوك تحبان ان تكثر العلوج بالمدينة فقال ان شئت ان نقتلهم فقال كذبت ـ اما بعد اذ تكلموا بلسانكم وصلوا الى قبلتكم ـ فهذا ابن عباس وهو افقه افقه عبيد الله بن عمر وادين وافضل بكثير يستأذن عمر في قتل علوج الفرس مطلقًا الّذين كانوا بالمدينة لما اتهموهم بالفساد اعتقدوا جواز مثل هذا فكيف لا يعتقد عبيد الله جواز قتل الهرمزان ـ فلمّا قتل الهرمزان استشار عثمان الناس في قتله فاشار عليه طائفة من الصحابة ان لا تقتله فان اباه قتل بالامس

جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی کئے گئے تو انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو فرمایا تھا کہ تو اور تیرا والد اس بات کو پسند کرتے تھے کہ مدینہ میں غلاموں کی بہتات ہو اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اگر آپ کی مرضی ہو تو ہم ان غلاموں کو قتل کردیں ۔ تو اس پر حضرت عمر نے فرمایا کہ تم نے غلط کہا جس وقت انہوں نے کلمہ پڑھ لیا اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرکے انہوں نے نماز پڑھ لی اب ان کو قتل کرنا صحیح نہیں ۔ یہ حضرت ابن عباس فقاہت ، دیانت اور فضیلت کے لحاظ سے حضرت عبید اللہ بن عمر سے بہت بلند درجہ ہیں جب وہ مدینہ کے تمام فارسی غلاموں کے قتل کرنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں کیونکہ وہ ان غلاموں کو قتل اور سازش میں ملوث جانتے تھے ۔ تو پھر یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ حضرت عبید اللہ بن عمر سازش کی بنا پر